بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

فرقہ پرستی اگر گناہِ عظیم ہے اور یقیناً ہے تو وہ ہر ایک کے لئے ہے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ صرف اقلیت کے لئے گناہ ہو کہ ان کے اداروں کے نام بدلوائے جائیں۔ ان کی عملاً غیر فرقہ وارانہ جماعتوں سے کہا جائے کہ چونکہ نام ان کا فرقہ وارانہ ہے اس لئے انھیں اپنی سیاسی حیثیت ختم کردینی چاہئے۔ پھر حد یہ ہے کہ بعض یونیورسٹیوں میں اقلیت کی نسبت سے معروف مضامین کے شعبے قائم ہوں تو ان کو بھی بدلا جائے[1] اور اس کے برخلاف یہ فرقہ پرستی اکثریت کے لئے کوئی گناہ نہ ہو کہ ان کے اداروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کو ان کے مخصوص کلچرل مضامین کو جوں کا توں رکھا جائے اور ان میں اسماً و رسماً کوئی رد و بدل نہ کیا جائے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ سہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یاد رکھنا چاہئے فطرت کے قوانین ہمیشہ سے ہر شخص اور ہر جماعت کے لئے یکساں ہیں ان میں ہندو یا مسلمان، عیسائی یا پارسی، سکھ یا جینی ان کا کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے زہر زہر ہے جو کھائے گا ہلاک ہو جائے گا۔ دنیا کی تاریخ کا ہر صفحہ ایک مرقع عبرت اور سمجھدار انسانوں کے لئے ایک درسِ بصیرت ہے پھر کسی قوم یا کسی جماعت کے اعمال و افعال کے فیصلے فطرت کے قانونِ مکافات کی عدالت میں یک بیک اور ایک دن میں نہیں ہو جاتے۔ بسا اوقات ایسا بھی

---

[1] جیسا کہ لکھنؤ یونیورسٹی میں اسلامک کلچر کی کرسی کا نام بدل کر اب ایشیاٹک کلچر کر دیا گیا ہے۔

ہوتا ہے کہ ایک نسل غرور و نخوت کے نشہ سے سرشار ہوکر کسی عظیم گناہ کا ارتکاب کرتی ہے اور اس کے بعد کی نسلیں جو اس کی اولاد ہوتی ہیں اپنے بزرگوں کے اعمال کی سزا بھگتتی ہیں۔

مسلمانوں پر ایک قیامت جو گذرنی تھی گزر چکی لیکن اب سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ ایک شدید قسم کے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئے ہیں اور یہ ایک ایسی خود پیدا کردہ مصیبت ہے کہ اس کا علاج حکومت کی پولیس اور فوج کے پاس بھی نہیں ہے یہ ایک ایسی تلوار ہے کہ انسان اس سے خود اپنی گردن کاٹ لیتا ہے اور اس کا قاتل پکڑا بھی نہیں جا سکتا، یہ ایک ایسا دشمن ہے جو باہر سے نہیں بلکہ انسان کے اپنے دل و دماغ میں گھس کر اس پر حملہ کرتا ہے اور آخر کار اسے زندہ نہیں چھوڑتا۔ اس احساسِ کمتری کا مظاہرہ زبان کا معاملہ ہو یا کوئی اور۔ ہر شعبۂ زندگی میں ہو رہا ہے اس میں شبہ نہیں کہ فرقہ وارانہ بنیاد پر ملک کی تقسیم کا اور اس مطالبہ کو منواتے کے لیے بے سوچے سمجھے بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے اور کسی ٹھوس بنیاد پر اپنی عملی اصلاح و تنظیم نہ کرنے کا لازمی اور طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا لیکن اگر کوئی شخص اپنی بد پرہیزی اور بے احتیاطی کے باعث بیمار ہو جائے تو اس کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیتے اس کا بہرحال علاج کرنا انسانی فرض ہوتا ہے۔

اس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا جائے۔ تاکہ وہ خدا سے قریب ہوکر اپنے منصب اور اپنے مقام کو پہچانیں، ان میں خود اعتمادی اور توکل علی اللہ پیدا ہو۔ انھیں یہ بتانا چاہیے کہ وہ ایک برتر نظام زندگی کے حامل ہیں۔ ان کی زندگی امروز و فردا کے پیمانہ سے نہیں ناپی جا سکتی، وہ قیدِ زمان و مکان سے بلند ہیں۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں کی طرح دنیوی شان و شوکت اور حکومت و سلطنت کا لالچ کیا تو ذلیل و خوار ہوئے

حکومت مسلمان کا اصل مقصد حیات نہیں بلکہ اس کا مقصد زندگی ہے پہلے خود اپنے آپ کو ایمان محکم۔ عملِ صالح اور خلقِ حسن کے قالب میں ڈھالنا اور پھر دوسروں کو ایسا ہی بنانے کی کوشش کرنا۔ مسلمان بحیثیت جماعت و ملت جب ایسا بن جاتے ہیں تو پھر قدرت خود بخود حکومت بہ طور انعام ان کو بخش دیتی ہے یہ ہی حکومت دیرپا اور پائیدار ہوتی ہے اور اس سے مسلمانوں کی اور اسلام کی سربلندی ہوتی ہے اس کے برخلاف جو حکومت زمانہ کی عام، سیاہ کارانہ پالیسی اور رائج الوقت غیر اخلاقی اور غیر اسلامی طریقوں کے ذریعہ حاصل کی جائے وہ سراب ہے آب نہیں پیتل ہے سونا نہیں شیطان کا ایک پھندا ہے عزت کا گلوبند نہیں۔

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے۔ آتا ہے دھن جاتا ہے دھن!!!